گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را......

اسلام سے پہلے دنیا کے علوم

عبدالرزاق ملیح آبادی

یونان اور یونانی علوم کا ایک جائزہ

اسلام سے پہلے چین، ہندوستان، مصر، بابل، اشوریا، یونان اور روما علم کے مرکز مانے جاتے تھے، مگر یہ واقعہ ہے کہ یونان کے علاوہ باقی ملکوں کے علوم کو علوم کہنا علم سے ناانصافی کرنا ہے۔

بابل، اشوریا، اور مصر کے علوم، زیادہ تر خرافات وتوہمات، سحر اور جادو کا مجموعہ تھے چین اور ہندوستان بھی سحر وطلسم کی فضا میں سانسیں لے رہے تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ چین نے اخلاقیات میں اور ہندوستان نے الہیات، ہیئت، اور طب میں کچھ قدم آگے بڑھائے تھے روما کا رشتہ علم سے برائے نام رہا، اور صرف یونان کے علم سے رہا۔ رومن قوم کا مزاج، علمی نہ تھا۔ یہ مادہ پرست قوم تھی، ملک گیری شہنشاہی، سلب ونہب اور قوموں کو غلام بنانا اس کا من بھاتا مشغلہ تھا۔

یونان میں بلاشبہ بلند پایہ علماء وفلاسفہ پیدا ہوئے اور انھوں نے انسانی ذہن ودماغ کے لئے نہایت قیمتی مواد بہم پہنچایا۔ دراصل یونان تمام پیش رو متمدن ملکوں کے علوم کا لائق وارث تھا، خاص طور پر مصر، بابل، اشوریا کے علوم اسی کو منتقل ہو گئے تھے، اسی لیے قدیم علمی دنیا میں یونان، آفتاب بن کر چمکا، حتی کہ مسلمانوں کے عقلی علوم کا سرچشمہ بھی یونان ہی بنا، مگر یونان میں بھی علم کا دائرہ مدتوں چند افراد میں محدود رہا، اور جب وسعت پیدا ہوئی تو علم کی جگہ ایک قسم کی ذہنی عیاشی نے لے لی یونان کے حکماء وفلاسفہ لائق تعظیم سہی مگر اس واقعہ سے کون انکار کرسکتا ہے کہ دوسرے ملکوں کی طرح یونان میں بھی علم نہ کبھی عام ہوا نہ روزمرہ کی زندگی میں کبھی انسان کا رہنما بن سکا۔

قدیم دنیا میں علم کے عام نہ ہونے کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ تحریر وکتابت کو ہر ملک میں ایک خاص گروہ نے اپنے لئے مخصوص کرلیا تھا اور دوسروں پر اس کا دروازہ بند تھا۔ مصر کا ہیروگلیفی خط، بابل کا میخی خط اور چین کا طلسماتی خط، عام نہ تھا۔ تھوڑے سے آدمی، جو ایک خاندان یا ایک طبقے کے ہوتے تھے، اسے جانتے

اور برتتے تھے۔علم سینہ بسینہ چلتا تھا کتابیں لکھی نہیں جاتی تھیں یاد کرلی جاتی تھیں اور یاد کرادی جاتی تھیں ،کیونکہ علم خاص خاص طبقوں کی میراث تھا اور دوسروں میں اس کی اشاعت ممنوع تھی۔نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ علم تھا، چند نفوس میں محصور ہو کر رہ گیا تھا اور ایک قسم کا طلسمی راز بن گیا تھا۔

دنیا کی تمام قدیم تہذیبیں ،دین ومذہب کی بنیادوں پر استوار ہوئی تھیں ،مگر اسلام کے علاوہ کسی دین نے بھی اپنی دعوت کی اساس ،علم وعقل پر نہیں رکھی۔تمام دینوں نے اپنی دعوت میں عقل واستدلال سے نہیں معجزات وخوارق سے کام لیا۔عقل انسانی کو مخاطب نہیں کیا۔عقل سے کام لینے کا بھی حکم نہیں دیا،اسی لئے قدیم دنیا میں علم کی اہمیت بھی تسلیم نہ کی گئی ،اور اہل ادیان ومذاہب ،اندھی تقلید جمود،توہمات،خرافات کی دلدلوں میں پڑے دھنستے چلے گئے۔

یونان ایک ایسے دین کا پیرو تھا، جو روحانیت سے زیادہ مادیت کا دین تھا،اسی لئے یونان میں علم کو سانس لینے اور پھولنے پھلنے کا موقعہ ملا،لیکن اس عملی آزادی کے باوجود یونان بھی ایسے علم وعلماء کو برداشت نہیں کرتا تھا، جو اس کے دینی توہمات کا ساتھ نہ دیں وہ یونان ہی تو تھا،جس نے سقراط جیسے جلیل القدر حکیم کو زہر کا پیالہ پلایا!وہ یونان ہی تو تھا ، جہاں افلاطون،مخصوص شاگردوں کے علاوہ کسی کے سامنے اپنے علمی خیالات ظاہر نہیں کرسکتا تھا!وہ یونان ہی تو تھا، جہاں سے یوریپڈیز کو بھاگنا پڑا تھا!وہ یونان ہی تو تھا ،جہاں اسقلس ،سنگ سار ہوتے ہوتے بچا!اور وہ یونان ہی تو تھا جس کے رئیس الفلاسفہ ارسطو کو محض اس لئے وطن سے فرار ہوجانا پڑا کہ اس کا علم،اس کے ہم وطنوں کے توہمات کا ساتھ نہ دے سکتا تھا!۔

علم اور مسیحیت

مسیحی دین اپنے وطن ،ایشیا سے کہیں پہلے یورپ میں پھولا پھلا،مگر مسیحی دین ،یورپ کو لے بھی ڈوبا۔روما کی سلطنت ،جہانگیر وجہاں دار تھی ،لیکن مسیحی دین قبول کرتے ہی سلطنت کو گھن لگنا شروع ہوگیا اور یہ گھن سلطنت کو تباہ کر کے ہی دور ہوا۔مسیحیت کا چنگل جب تک مضبوط رہا،یورپ جہل وجمود کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ٹامک ٹویاں مارتا رہا،لیکن مسیحیت کو بالائے طاق رکھ کر جب یورپ نے اٹھارویں اور انیسویں صدیوں میں حیرت انگیز ترقی کی ،تو دنیا انگشت بدنداں رہ گئی ۔یہی زمانہ مسلمانوں کے انتہائی سیاسی وعلمی انحطاط کا زمانہ ہے۔یہ دیکھ کر دنیا اس دھوکے کا شکار ہوگئی کہ یورپ کی

ترقی اس کی مسیحیت کی وجہ سے ہے اور مسلمانوں کا تنزل، ان کے اسلام کی وجہ سے ہے حالانکہ یہ دنیا کی سب سے بڑی غلطی تھی، ایسی غلطی جسے تاریخ اور حقیقت سے دور کا بھی لگاؤ نہیں۔

یورپ میں مسیحیت کو دوسری صدی عیسوی میں عروج حاصل ہو چکا تھا۔ رومن شہنشاہ قسطنطین نے محض سیاسی مصلحتوں سے ۳۲۳ء اپنے عیسائی ہونے کا اعلان کیا اور عیسائیت رومن دنیا کا سرکاری مذہب قرار پائی۔ اس واقعہ سے پہلے عیسائیت، یورپ میں بہت مظلوم تھی۔ اب دفعتاً اقتدار پا کے خود ظلم وجور کا نمونہ بن گئی اور دوسرے دینوں ہی کی نہیں بلکہ تمام قدیم علوم وفنون کی جڑ بھی اکھاڑ کر پھینکنے کی اس نے پوری کوشش کی۔

سکندر مقدونی کی سلطنت اس کے تین سپہ سالاروں میں تقسیم ہوگئی تھی، مصر، بطلیموس کے ہاتھ آیا بطلیموسی خاندان کے بادشاہ بڑے علم دوست تھے۔ انھوں نے اپنے پایہ تخت، اسکندریہ میں ایک ایسا کتب خانہ قائم کیا، جس کی نظیر چشم فلک نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اس کتب خانہ میں سات لاکھ کتابیں تھیں، اور ان کتابوں میں قدیم دنیا کے علوم محفوظ تھے۔ کتب خانہ کی آدھی کتابیں جولیس سیزر جلا چکا تھا، اور باقی کتابیں عیسائیوں نے برسر اقتدار آکر تہس نہس کر ڈالیں کہ ان کے خیال میں کفر والحاد کا خزانہ تھیں[۱]۔

مسیحیت کی علم دشمنی

یورپ، ایشیا، افریقہ، تینوں براعظموں پر روما کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ چین، ہندوستان، ایران، اور عرب کو چھوڑ کر باقی سب معلوم دنیا، شہنشاہ روما کی غلام تھی۔ مسیحیت یا تو انتہائی مظلوم تھی اور یا رومن شہنشاہ کے سر چڑھتے ہی دیوانی ہوگئی اور اس نے ہر غیر مسیحی چیز کو، دین ومذہب ہو، مایہ ناز یادگاریں ہوں، فنون جمیلہ کے بے نظیر نمونے ہوں، سب کو یک لخت مٹا ڈالنا، اپنا مذہبی فرض سمجھ لیا۔ قدیم عمارتیں ڈھادی گئیں اور علوم وفنون کے تمام خزانے تباہ کر ڈالے گئے۔ قدیم مصر کے لاثانی پایہ تخت ممفس، تھیبا اور عین الشّمس کے کھنڈر آج بھی مسیحیوں کے مذہبی جنون پر واویلا کر رہے ہیں۔ یہ سلوک بت پرستوں ہی سے نہ تھا۔ یہودیوں سے بھی تھا۔ یہودی متمدن قوم تھے اور کئی تہذیبوں کے وارث۔ حضرت مسیح، یہودیوں ہی میں پیدا ہوئے تھے اور یہودیوں کو راہ راست دکھانا ہی ان کا مشن تھا۔ حضرت مسیح کے نزدیک یہودی گمراہ سہی، مگر گردن زدنی ہرگز نہ تھے، لیکن حضرت کے نام لیوا عیسائیوں نے

یہودیوں کو صفحہ ہستی سے مٹا ڈالنے کا بیڑا اٹھالیا یہودی علوم کی تخریب پر کمر بستہ رہے۔شہرہ آفاق یہودی مورخ جوزیفس ایک انمول تاریخ، دنیا کے لئے چھوڑ گیا تھا، اور یہ تاریخ، مسیحیت کے وجود سے پہلے ہی یونان میں اور رومن دنیا میں پھیل کر مقبول ہو چکی تھی، اس لئے معدوم نہیں کی جا سکتی تھی، تاہم عیسائیوں نے یہ کیا کہ کتاب میں ایسی تحریف کر دی کہ وہ اپنی قدر و قیمت کھو بیٹھی۔

مصر اور یونان دونوں ملک روما کے غلام بن چکے تھے۔اس پر بھی یونان کے پایہ تخت، ایتھنز میں اور مصر کے پایہ تخت، اسکندریہ میں فلسفہ کی درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا۔علم کے یہ ٹمٹماتے چراغ بھی مسیحیت برداشت نہ کر سکی۔ایتھنز میں فلسفہ کی تعلیم، عیسائی شہنشاہ جسٹینین نے ممنوع قرار دے دی اور اس شہر کے تمام مدرسے بند ہو گئے۔

اسکندریہ میں مسیحیوں کے ہاتھوں علم کا خاتمہ جس طرح ہوا اس کی داستان دردناک بھی ہے اور شرمناک بھی، مصر، قدیم تہذیب اور قدیم علوم کا بڑا مرکز تھا، اسی لئے مسیحیت، اس ملک کو علم کی روشنی سے ڈھکیل کر جہل کی دلدل میں گھسیٹ لانے پر تلی ہوئی تھی۔بے بس مصر، اس بے رحم دشمن کے سامنے چاروں شانے چت پڑا تھا۔کیونکہ روما کا غلام تھا اور مسیحیت روما کا سرکاری مذہب بن چکی تھی۔اس بے بسی پر بھی مصر کے پایہ تخت اسکندریہ میں علم کا دیا جلے ہی جا رہا تھا۔علم کی یہ دھندلی سی شمع محض ایک عورت، ہائی پیشیا کے دم سے فروزاں تھی۔ہائی پیشیا اپنے وقت کی علامہ تھی۔اس کے بیت الحکمت ڈیوڑھی پر امراء واعیان کی رتھوں کا ہجوم رہتا تھا اور اسکندریہ کے ادنی واعلی سبھی اس کی شاگردی کا دم بھرتے تھے۔

مسیحیت اس عالم عورت کا وجود بھی برداشت نہ کر سکی۔ایک دن ہائی پیشیا اپنے مدرسے جا رہی تھی کہ پادریوں اور ان کے پیرو غوغائیوں نے گھیر لیا۔بیچ بازار میں کپڑے پھاڑ کر اسے بالکل برہنہ کر دیا۔پھر گھسیٹتے ہوئے ایک گرجا میں لے گئے اور یہاں مقدس عصائے پطرس کی متواتر ضربوں سے اس کا سر پاش پاش کر ڈالا۔لاش ٹکڑے ٹکڑے کر دی گئی۔گوشت و پوست کو سیپوں سے چھیلا گیا اور ہڈیاں آگ میں جھونک کر بھسم کر دی گئیں۔اس واقعے کے ساتھ ہی اسکندریہ سے یونانی فلسفے کا چرچا بھی اٹھ گیا۔

مجالس تفتیش واحتساب

پوری مسیحی دنیا پر جہل و بربریت کی تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں کہ اسپین اور سسلی پر عرب تمدن کا آفتاب چمکا

اور یورپ میں بھی کہیں کہیں اجالا ہونے لگا۔ابن سینا،ابن رشد،فارابی وغیرہ علمائے اسلام کی کتابیں لاطینی زبان میں ترجمہ ہوئیں اور مستعد ذہن ان سے روشنی حاصل کرنے لگے مسیحیت اس عقلی بیداری کو بھلا کیسے گوارا کرسکتی؟علم وعلماء کے مٹانے پر فورا کمربستہ ہوگئی۔

مسیحیت کے پیشوائے اعظم اور حضرت مسیح کی خلافت کے مدعی پاپائے روم نے دین کے نام پر علم اور علماء کی بیخ کنی کے لئے جو مظالم ڈھائے اور صدیوں جاری رکھے وہ انسانی تاریخ کی سب سے زیادہ گھنونی وحشت و بربریت کا باب ہے۔یہاں تاریخ کے ان بھیانک صفحوں کے کھولنے کا موقع نہیں، مختصر طور پر یوں سمجھ لیجئے کہ جب ہر قسم کے مظالم بھی عربی علوم کی یلغار نہ روک سکے، جو اسپین اور سسلی سے چلی تھی، تو یورپ نے ۱۴۷۸ء میں مجالس تفتیش واحتساب (enquisition) قائم کردیں۔ان مجلسوں یا عدالتوں کا کام جلادی کے کام سے بھی زیادہ جلادانہ وسفاکانہ تھا۔جس آدمی پر شبہ بھی ہوجاتا کہ دل میں نور علم رکھتا ہے اسے فورا گرفتار کرلیا جاتا اور جرمانے سے لے کر عمر قید،قتل اور زندہ جلاڈالنے تک کی سزائیں دی جاتیں اس محکمے کی گرفت پوری طرح مضبوط کرنے کے لئے پوپ نے یہ فرمان بھی جاری کیا کہ ہر مسیحی اپنے حلقے کے پادری کے سامنے روز اپنے گناہوں کا، برے خیالات کا،اور خلاف مذہب معلومات کا اعتراف کیا کرے،اور جو کوئی اعتراف میں پوری سچائی سے کام نہ لے گا،مسیح کی برکتوں سے قطعی محروم اور دائمی جہنم کا حتمی مستحق بن جائے گا!اس حکم کا نتیجہ یہ نکلا کہ بیوی شوہر کی،شوہر بیوی کا،باپ بیٹے کا،بیٹا باپ کا،اور بھائی بھائی کا مخالف جاسوس بن گیا۔جو کوئی کسی کی زبان سے ایسی بات سن لیتا،جسے مذہب کے خلاف سمجھتا فورا پادری سے مخبری کردیتا اور وہ شخص بغیر کسی تحقیق کے محکمہ احتساب کے بے رحم چنگلوں میں پھنس جاتا۔

محکمہ احتساب کی سفاکیوں کا اندازہ اسی ایک واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ ۱۴۸۱ سے ۱۸۰۸ء تک اس نے تین لاکھ چالیس ہزار آدمیوں کو مختلف سزائیں دیں۔ان بدنصیبوں میں بتیس ہزار انسان ایسے تھے،جنھیں زندہ جلاڈالا گیا!اسپین کے محکمہ احتساب نے اپنی پہلی سالگرہ اس کارنامے سے منائی کہ بارہ مہینے میں دو ہزار آدمیوں کو زندہ جلایا اور سترہ ہزار کو بھاری جرمانے اور حبس دوام کی سزائیں دیں!

پادری تارکوئی میڈا،کیسٹیل اور لیان کا صدر محتسب تھا اور حضرت مسیح کے دین امن ومحبت کا علم بردار۔اس

شخص کا کارنامہ انسانی تاریخ کبھی نہیں بھول سکتی۔امن ومحبت کے اس زندہ پتلے نے اپنے اٹھارہ سالہ دوراحتساب میں آپ سوچ بھی سکتے ہیں، کتنے کافروں،، کتنے ملحدوں،، کا قلع قمع کیا؟

اندازہ کرنے میں آپ لاکھ مبالغہ کریں، اصلیت تک پہونچ نہیں سکتے۔اس شخص نے اٹھارہ برس کے اندر دس ہزار دوسوبیس آدمیوں کو زندہ جلایا اور ستانوے ہزار تین سو اکیس انسانوں کو دوسری بھیانک سزائیں دیں۔

مسیحی تعصب اور ابن رشد

مسیح کا یہ نام لیوا امن ومحبت کا ایسا شیدائی تھا کہ زندہ انسانوں ہی کو سزائیں نہ دیں، جو اس کے خیال میں کافر وملحد تھے، بلکہ مرکھپ جانے والے لامذہب بھی اس کی آتش ایمان سے بچ نہ سکے،سڑی گلی ہڈیاں اکھاڑی جاسکتیں، یا مٹی میں مل کر خاک ہوجانے والے مردے پابہ جولاں طلب کئے جاسکتے ،تو یہ شخص یہی کرتا ،مگر یہ ممکن نہ تھا،اس لئے چھ ہزار آٹھ سوساٹھ قدیم علماء وحکما کی مورتیں اس نے بنوائیں اور انھیں آگ میں بھسم کر کے اپنے دل کو ٹھنڈا کیا!

یہ شخص ابن رشد کا خاص طور پر دشمن تھا اور ہر اس خیال کو، جسے الحاد سمجھتا ابن رشد سے منسوب کر دیتا صرف یہی ایک شخص نہیں، بلکہ پورے کلیسا نے ابن رشد کو لعن طعن کرنا اور گالیاں دینا، دین کی سب سے بڑی خدمت سمجھ لیا تھا۔بار بار دینی کونسلیں منعقد ہوتیں اور ابن رشد کی تصانیف کے تراجم پڑھنے پڑھانے کو بدترین کفر قرار دیتیں۔اس قسم کی آخری کونسل ۱۵۱۲ء میں بیٹھی تھی۔

اسی قدر نہیں، سولہویں صدی عیسوی تک مذہبی تصویروں میں یہ تمام دستور ہوگیا تھا کہ دجال اور شیطان کے ساتھ ابن رشد کی تصویر بھی ضرور بنائی جاتی تھی ،اور سینٹ تھامس کی ہر تصویر کے ساتھ تو ابن رشد کا ہونا ضروری سمجھ لیا گیا تھا۔تصویروں میں دکھایا جاتا کہ ابن رشد چاروں شانے زمین پر چت پڑا ہے اور سینٹ ٹامس سینے پر سوار ہے!

کلیسا کے وحشیانہ مظالم جاری رہے ،مگر علم کی روشنی گل نہ کر سکے۔وہ پھیلتی ہی چلی گئی۔یہ دیکھ کر پوپ نے سوچا کہ کفر اس لئے پھیل رہا ہے کہ کتابیں لکھی اور شائع کی جاتی ہیں لہذا ۱۵۱۵ء میں حکم دے دیا کہ کلیسا کی منظوری کے بغیر کوئی کتاب نہ چھاپی جاسکتی ہے، نہ شائع ہوسکتی ہے۔جوکوئی ایسی کتاب چھاپے گا

، بیچے گا، پڑھے گا اس کی سزا موت ہے!

اس حکم پر یورپ بھر میں بڑی سختی سے عمل کیا گیا ،لیکن علم کی شمع برابر جلتی ہی رہی اور روشنی پھیلاتی رہی۔ سترھویں صدی کے اوائل میں فلورنس کے علامہ گلیلو نے عربوں کے علوم سے استفادہ کر کے دوربین ،ایجاد کی اور زمین کے گول ہونے کا اعلان کیا۔کلیسا یہ اعلان کیونکر برداشت کرسکتا تھا ؟گلیلو کو گرفتار کیا گیا اور خوفناک سزاؤں کی دھمکی دی گئی ۔وہ ڈر گیا اور علم کی امانت کے مقابلے میں ناپائیدار زندگی اس کی نگاہ میں زیادہ پیاری ثابت ہوئی ''کفر،، سے توبہ کر لی ۔اور گوشۂ عافیت میں بیٹھ گیا لیکن علم کا معصوم تقاضا ایسا نہ تھا کہ ضمیر کو چین لینے دیتا۔آخر نہ رہا گیا اور سولہ برس کی خاموشی کے بعد اپنی کتاب ''نظام عالم ،،شائع کر ہی دی ۔اس کتاب میں زمین کا گول ہونا ثابت کیا گیا ہے ۔''اس کافرانہ،، گستاخی پر مغرور کلیسا بھپر ہی تو گیا گلیلو کو قید خانے میں ڈال دیا گیا جو جہنم سے کم دردناک نہ تھا ۔بار بار مطالبہ کیا جاتا تھا کہ گھٹنوں کے بھل کھڑا ہو۔کفر والحاد کا اقرار کرے،اور انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ توبہ کا اعلان کرے ،مگر اس دفعہ علم کا نشہ،ایسا نہ تھا کہ سزا کی ترشی اسے اتار دیتی علامہ اپنے مسلک پر استوار رہا اور قید خانہ کے بھیانک عذاب سسک سسک کر جھیلتا ہوا ملک بقا کو سدھارا۔کلیسا نے اس ''ملحد،، کی لاش بھی مسیحی قبرستان میں دفن نہ ہونے دی!

اٹلی کے علامہ، برونو کو اس ''جرم،، میں پکڑا گیا کہ تعدد عوالم کا قائل ہے اور عدالت احتساب نے فیصلہ کر دیا اس شخص کو انتہائی نرمی سے سزا دی جائے اور خیال رکھا جائے کہ خون کی ایک بوند بھی زمین پر گرنے نہ پائے !،،

اس ''رحم دلی،، اور رعایت خاص،، کا مطلب کیا تھا؟لاکھ خیال دوڑایئے تصور بھی نہ کر سکیں گے ،مطلب یہ تھا کہ بے گناہ علامہ کو جیتے جی ،بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے !

یہ سفاکانہ حکم سن کر علامہ برونو نے عدالت کو جن لفظوں سے مخاطب کیا ،تاریخ نے یاد رکھے ہیں اس فدائی علم نے کہا ''یقین کرو،تمہارا حکم سن کر میرے دل پر اس خوف کا عشر عشیر بھی طاری نہیں ہوا ،جو خود تمہارے دلوں میں اسے صادر کرتے وقت پیدا ہوا ہوگا!'' ۱۶فروری ۱۶۰۰ء میں اس پروانہ علم کو نذر آتش کر دیا گیا !کلیسا کے ایسے ہی مظالم پر بگلیا ریسائی چیخ اٹھا تھا اور اس کی چیخ ،تاریخ نے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لی

مصیبت کے وقت تو اللہ کا پتہ لگا لیتا ہے، جب وہ ختم ہوئی تو کہتا ہے راستہ کدھر ہے

، کیونکہ ان گنت دلوں کی آہ تھی۔ ''ممکن نہیں کوئی شخص مسیحی ہو اور اطمینان سے اپنی موت مرے!،،

پروٹسٹنٹ فرقہ بھی علم دشمن تھا

ایک طرف کلیسا کی یہ انتہائی تنگ نظری، رجعت پسندی، علم دشمنی اور وحشیانہ بربریت جاری تھی، اور دوسری طرف مسلمانوں کے روح پرور علوم وفنون کی روشنی، یورپ میں ہر طرف پھیل رہی تھی۔ علم وجہل کے اس ٹکراؤ نے لوتھر کو پیدا کیا، اور پوپ کے خلاف پروٹسٹنٹ فرقہ نے جنم لیا۔ پروٹسٹنٹ تحریک کے لیڈر، مسلمانوں کے بعض دینی خیالات سے متاثر ہوئے تھے۔ انھوں نے یہ نامعقول اصول ماننے سے صاف انکار کر دیا کہ آسمانی صحیفے سمجھنے اور ان کے معنی قرار دینے کا حق صرف پوپ کو ہے اور یہ کہ پوپ معصوم ہے اور اس کی ہر بات واجب الاطاعت ہے۔ مسلمانوں کی طرح پروٹسٹنٹوں نے بھی کہا کہ کتاب اللہ، تمام انسانوں کی رہنمائی کے لئے آئی ہے، اور ہر ذی علم انسان کو کتاب اللہ پڑھنے، سمجھنے، سمجھانے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔

لیکن پروٹسٹنٹ رہنما بھی پادری ہی تھے۔ وہ مسلمانوں کی صرف دینی آزادی سے متاثر ہوئے تھے، مگر علم کی دشمنی میں پوپ اور اس کے ماننے والوں سے پیچھے نہ تھے۔ خود اس فرقے کے بانی، لوتھر نے ارسطو کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ پروٹسٹنٹ بھی اپنی دینی آزادی اور پوپ کے جاہلانہ وجابرانہ اقتدار سے بغاوت کے باوجود علم سے کس قدر متنفر تھے۔

لوتھر لکھتا ہے ''ذرا شک نہیں کہ یہ ملعون ازلی اور شقی ابدی، یعنی ارسطو، بڑا خناس ہے۔ افترا پردازی میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ خبیثانہ ہرزہ سرائی کے فن کا موجد ہے۔ شیطان کا سرغنہ ہے۔ فلسفہ کا ایک حرف نہیں جانتا۔ جھوٹا ہے۔ فریبی ہے۔ دغاباز ہے۔ بھگتا ہے۔ بکرا ہے۔ نفس پرست ہے عیاش ہے،، اور طریقہ مشائیہ کے فلاسفہ، لوتھر کے نزدیک کیسے ہیں؟ ارشاد فرماتا ہے ''ٹڈیاں ہیں۔ رینگنے والے کیڑے ہیں۔ مینڈک ہیں۔ جوئیں ہیں!،،

لیکن علم دشمن ہونے پر بھی اس فرقے کے ظہور سے کلیسا تھرا اٹھا، کیونکہ جانتا تھا، جمود کی ایک ہٹی نہیں کہ توہمات کی پوری عمارت دھڑام سے زمین پر آرہے گی، اسی لئے پوپ نے اس دشمن علم فرقے کو مٹانے کے لئے اپنی تمام سفاکانہ قوتیں جمع کیں، اور یورپ مدتوں خون کے سمندر میں تیرتا رہا!

پوپ اور پروٹسٹنٹوں میں جو بھیانک لڑائیاں ہوئیں، ان کا تذکرہ یہاں ممکن نہیں۔لیکن پروٹسٹنٹ ہونے کے جرم میں جن بے شمار انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا، ان میں سے انگلستان کے آرچ بشپ کرین مر اور اس کے دو ساتھیوں کا واقعہ قابل ذکر ہے۔

کرین مر کو ۱۵۵۵ء میں دو اور بہت بڑے پادریوں لیٹیمر اور ریڈلے کے ساتھ،،کفر،، کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔کرین مر آزمائش کے پہلے مرحلے میں کمزور ثابت ہوا اور توبہ کر کے جان بچا لے گیا، مگر ضمیر کی زجر وتوبیخ جاری رہی۔آخر توبہ توڑ کے اعلان کر دیا۔میں پروٹسٹنٹ ہوں اور پروٹسٹنٹ ہی مروں گا! دوبارہ پکڑا گیا اور آگ میں زندہ بھسم کر دینے کی تجویز ہوئی، لیکن جب اسے جلانے لگے تو اس نے سب سے پہلے اپنا سیدھا ہاتھ یہ کہتے ہوئے آگ کے سپرد کیا''یہی وہ گنہ گار ہاتھ ہے، جس سے میں نے وہ غلط اور بزدلانہ توبہ نامہ لکھا تھا!،، اسی موقعہ پر کرین مر کے ساتھی لیٹیمر نے جو لفظ اپنے دوسرے رفیق، ریڈلے سے کہے، وہ آزادی فکر کی تاریخ میں ہمیشہ سنہرے حرفوں میں لکھے رہیں گے۔اس نے کہا تھا۔ریڈلے، یہ کام ہمیں مردانہ وار کرنا چاہیے، آج ہم خدا کے فضل سے انگلستان میں وہ شمع روشن کر رہے ہیں، جو ہمیشہ فروزاں رہے گی اور کبھی نہ بجھے گی!،،

مسیحی یورپ کی اخلاقی حالت

مسیحیت کی علم دشمنی اور جہل کی عمومیت کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ یورپ، اخلاقی، اجتماعی، معاشرتی لحاظ سے اسفل سافلین میں پہنچ گیا۔اخلاقی گراوٹ کا یہ حال تھا کہ راہبوں کی خانقاہیں، زہد وتقوی کے بدلے فسق وفجور کا مرکز بن گئیں، اور امراء کو کلیسا نے آزادی دے دی کہ پوپ کا خزانہ اگر بھرتے رہیں، تو جو جی میں آئے دل کھول کے کرتے رہیں۔

اس عہد کے انگلستان کی حالت ایک مصنف کی زبان سے سنئے:

''اس قوم کے امراء پیٹو اور عیاش تھے اور کبھی گرج نہیں جانتے تھے۔نماز فجر اور صلاۃ اقدس کے ادا کرنے کا انھوں نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا تھا کہ پادری، جسے چاپلوسی نے ان کی نگاہوں سے گرا رکھا تھا، ان کی خواب گاہ میں جا کر بیدار ہونے سے قبل جلد جلد نماز کے الفاظ دھرا جاتا تھا اور ان کے کانوں میں ایک لفظ بھی نہ پڑتا تھا عام باشندے ان طاقتور امراء کے پنجہ ظلم میں پھنسے ہوئے تھے۔ان کی جائدادیں چھین لی

جاتی تھیں۔وہ دور دراز ممالک میں جبراً بھیج دیئے جاتے تھے۔ان کی لڑکیوں کو بیچ ڈالا جاتا تھا۔دن رات شراب کے دور چلتے تھے اور جو برائیاں بدمستی کی رفیق ہیں،وہ ظاہر ہو ہو کر مردوں کو نامرد بناتی جاتی تھیں ''۔

یورپ کی اخلاقی پستی کا اندازہ اسی ایک واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ جب کولمبس کے ساتھی ،جزائر غرب الہند سے آتشک کی بیماری اپنے ساتھ لگالائے تو یہ مکروہ بیماری،حیرت انگیز سرعت سے یورپ بھر میں پھیل گئی ادنی اعلی،امیر غریب اس شرمناک مرض میں مبتلا ہوگئے اور تو اور علامہ ڈریپر کے لفظوں میں ''خود پاپائے مقدس حضرت لیودہم بھی تو تاپال بیٹھے اور نیم کی ٹہنی ہلاتے ہوئے پائے گئے''۔

مسیحی یورپ کی اجتماعی حالت

روما نے اپنی جمہوریت اور شہنشاہیت دونوں زمانوں میں ہمیشہ اس اصول پر عمل کیا تھا کہ مستحکم پلوں اور پختہ سڑکوں کے ذریعہ اپنے دوردست صوبوں کے ساتھ سریع السیر تعلقات قائم رکھے جائیں،لیکن مسیحی اقتدار کے زمانہ میں حالت یہ ہوگئی کہ یورپ بھر میں کوئی سڑک ایسی نہ تھی جو سال کا اکثر حصہ بند نہ رہتی ہو۔نقل وحرکت کی یہ زحمتیں اس کی تاریکی اور جہالت کو اور بھی بڑھاتی اور پختہ کرتی رہیں،جس میں مسیحیت کے نام لیواؤں نے دنیا کو ڈال دیا تھا۔حالت یہ تھی کہ اکیلا دکیلا مسافر،جان جوکھوں میں ڈالے بغیر سفر ہی نہ کرسکتا تھا،اس لئے کہ کوئی دلدل یا جنگل ایسا نہ تھا،جہاں ڈاکو اور لٹیرے موجود نہ ہوں!

مسیحی اقتدار کے زمانے میں لندن اور پیرس جیسے مرکزی شہروں کا یہ حال تھا کہ مکان،لکڑی کے تھے جن کی درزوں پر گارا لیپا ہوتا تھا اور چھتیں،پیال یا سرکنڈوں کی تھیں۔مکانوں میں روشن دان اور کھڑکیاں نہ ہوتی تھیں اور بہت کم مکان ایسے تھے،جن کا فرش چوبی ہو۔دری یا قالین ایسا سامان آرائش تھا،جسے کوئی جانتا نہ تھا۔اس کا قائم مقام،پیال تھا جس کی کچھ مقدار فرش پر بچھادی جاتی تھیں۔گھروں میں دودکش بھی نہ ہوتے تھے چولھے کا دھواں چھت کے ایک سوراخ سے باہر نکل جاتا تھا۔بدرویں بالکل موجود نہ تھیں اور صفائی کا مطلق انتظام نہ تھا۔سڑے ہوئے فضلے اور کوڑے کرکٹ کا ڈھیر دروازے پر لگا رہتا۔مرد عورت اور بچے ایک ہی کوٹھری میں سوتے تھے اور گھر کے جانور بھی اکثر اسی حجرے میں ٹھونس دیئے جاتے تھے۔اس طوفان بدتمیزی میں ممکن نہ تھا کہ شرم وحیا اور اخلاق قائم رہ سکے۔بستر بالعموم پیال کا ایک تھیلا

ہوتا تھا اور لکڑی کا ایک گول کندا، تکیے کا کام دیتا تھا!۔

جسمانی صفائی سے لوگ مطلق ناآشنا تھے۔ بڑے بڑے ارکان سلطنت یہاں تک کہ کنٹر بری کے لاٹ پادری جیسے جلیل القدر حکام اس درجہ گندے ہوتے تھے کہ ہمارے زمانے میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ عام لوگوں کا لباس چرمی ہوتا تھا، جو سالہا سال تک کام دیتا تھا اور جس میں میل برابر جمع ہوتا رہتا تھا۔ ہفتے میں جس شخص کو کھانے کے لئے ایک دفعہ گوشت مل جاتا تھا، وہ فارغ البال اور آسودہ حال سمجھا جاتا تھا۔ سڑکیں نہ تو کٹی ہوئی ہوتی تھیں نہ ان پر روشنی کا انتظام ہوتا تھا۔ رات کے وقت کوٹھریوں کے دروازے کھول دئے جاتے تھے اور کوڑا کرکٹ، دھواں بلاتکلف باہر پھینک دیا جاتا تھا۔ جو بے چارہ شامت کا مارا رہ گزر، تنگ وتاریک گلی میں سے ہاتھ میں مدھم ٹمٹماتی ہوئی لالٹین لیے گزر رہا ہوتا تھا، وہ اس آلائش کے سیلاب سے لت پت اور شور بور ہو جاتا تھا۔

۱۴۳۰ء میں انیتس سلوئیس نے، جو آگے چل کر پاپس دوم کے نام سے پوپ ہوا، جزائر برطانیہ کی سیاحت کی تھی۔ وہ لکھتا ہے کہ کسانوں کے مکان خشک چنائی کے پتھروں کے تھے، جن میں چونا نہیں لگایا گیا تھا۔ چھتیں، گھاس پھونس کی تھیں اور بیل کی ایک اینٹھی ہوئی کھال، دروازے کا کام دیتی تھی۔ خوراک کی قسم سے وہ ساگ پات، موٹھ مٹر یہاں تک کہ درختوں کی چھال تک کا استعمال کرتے تھے۔ بعض مقامات کے باشندے، روٹی کے نام تک سے ناواقف [illegible]۔ گارے سے لپے ہوئے سرکنڈوں کی کوٹھریاں، بھدے اور بے ڈھنگے ٹٹروں کے گھر، بے روشنی کی بے رونق دھواں دھار انگیٹھیاں، جوؤوں، کھٹملوں اور پسووں سے بھرے ہوئے جسمانی واخلاقی غلاظتان کے بھٹ، سردی سے بچنے کے لئے اعضا کے گرد پیال کے لپٹے ہوئے مٹھے، بخار سے سسکتے ہوئے کسان کے لئے عاملوں اور سیانوں کی چارہ گری کے سوا اور کسی تدبیر کا نہ ہونا، ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے کیونکر ممکن تھا کہ آبادی ترقی کر سکے؟ اس گندگی کا نتیجہ یہ تھا کہ موت کی ہر طرف گرم بازاری تھی۔ ۱۰۳۰ء کے قحط میں انسانوں کا گوشت بیچا اور پکایا گیا ۱۲۵۸ء [illegible] لندن کے پندرہ ہزار باشندے [illegible] مر گئے اور ۱۳۴۸ء کی وبا میں فرانس کی ایک تہائی آبادی [illegible] گھاٹ اتر گئی۔

[illegible] علم [illegible] فلم [illegible] دیا تھا [illegible] ہے لیکن

[illegible]

کلیسا کی یہ علم دشمنی اسی زمانے ہی تک نہیں رہی، جسے بجاطور پر یورپ کا عہد تاریک کہا جاتا ہے اور جس میں پوپ کو دنیاوی اقتدار بھی حاصل تھا، بلکہ علم کی روشنی پھیل جانے اور پوپ کے اختیارات سلب ہوجانے کے بعد بھی کلیسا علم کی بیخ کنی پر ہمیشہ کی طرح کمربستہ رہا۔ چنانچہ ۸ ستمبر ۱۸۶۴ء میں پوپ کی طرف سے ایک ''مکتوب عمومی،، شایع کیا گیا تھا، جس میں لکھا تھا'' یہ عقیدہ نہایت ہی خطرناک بلکہ مجنونانہ ہے کہ ضمیر اور عبادت کی آزادی کا حق ہر شخص کو حاصل ہے اور یہ کہ ہر شائستہ سلطنت میں اس فرضی حق کے اعلان وحفاظت کا ذمہ دار قانون ہونا چاہیے!،،

اسلام کا علم سے برتاؤ

علم اور آزادی فکر وضمیر کے ساتھ یہ مسیحیت کا برتاؤ تھا، جو پندرہ سولہ سو سال جاری رہا۔ اس کے مقابلے میں اسلامی دنیا کا کیا حال تھا؟ کیا اسلامی دنیا میں بھی علم وحکمت اور علماء وفضلاء کی بیخ کنی کا سلسلہ جاری تھا؟ کیا اسلامی دنیا میں بھی ضمیر پر قفل چڑھائے جاتے تھے اور فکر انسانی کو جکڑ بند کیا جاتا تھا؟ کیا اسلامی دنیا میں بھی علماء وحکماء کے پیچھے خفیہ پولیس رہتی اور انھیں زندہ جلا ڈالنے کے لئے احتسابی عدالتیں بیٹھا کرتی تھیں؟

ہرگز نہیں بلکہ اس کے برعکس اسلامی دنیا میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک مدرسوں اور کتب خانوں کا غیر منقطع سلسلہ چلا گیا تھا۔ ان گنت مسجدیں تھیں، ان گنت مسجدوں میں ان گنت مدرسے تھے، اور ان گنت مدرسوں کے ساتھ ان گنت کتب خانے تھے، کیونکہ ہر مدرسے کے لئے چھوٹے یا بڑے کتب خانے کا ہونا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ مسجدوں میں درس وتدریس کے علاوہ علمی حلقے بھی جما کرتے تھے، اور ان حلقوں میں ہر قسم کی بحثیں، پوری آزادی سے ہوا کرتی تھیں۔ دین مذہب کے نام پر نہ کسی کو بولنے سے روکا جاتا تھا، نہ کسی کو عدالت میں گھسیٹا جاتا تھا۔ ہر عالم اپنی جگہ ایک دارالعلوم تھا۔ سفر میں حضر میں، مسجد میں گھر میں، ہر جگہ طالبان علم اسے گھیرے رہتے تھے۔ اور وہ اپنے علم سے بے خوف وخطر سب کو پوری آزادی وفیاضی سے سیراب کیا کرتا تھا۔

ہاں، اسلامی تاریخ میں بھی مثالیں ملتی ہیں کہ لوگوں کو الحاد وزندقہ کے الزام میں موت کے گھاٹ اتارا گیا، لیکن اول تو یہ مثالیں اتنی کم ہیں کہ انگلیوں پر گنی جاسکتی ہیں، پھر عام طور پر ایسے واقعات کے

تمام واقعات کا تعلق، شاعروں سے ہے یا مدعیان تصوف سے علماء وحکماء سے نہیں ہے۔
اس طرح کے معدودے چند واقعات اس عالم ومسلم حقیقت پر پردہ نہیں ڈال سکتے کہ مسلمان اپنی علمی رواداری میں ایسے تھے کہ آج اس ''تہذیب ونور،، کے زمانے میں بھی دنیا ان کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ آج وہ کون سا ملک ہے، جو اپنے قومی ووطنی وآئینی عقائد ومسلمات کے خلاف کوئی صدا برداشت کرسکتا ہے؟ لیکن مسلمانوں نے اپنے عقائد ومسلمات کے خلاف صدائیں ہمیشہ برداشت کیں۔ اسلامی دنیا کی حکومت، اسلام کی بنیاد پر استوار تھی۔ مسلمان ہر زمانے میں اسلام اور نبی ﷺ اسلام کی حرمت پر قربان ہوتے رہے ہیں، لیکن یہ کیسی عجیب رواداری ہے کہ جب مسلمان، حدیث جمع کرنے بیٹھے، تو ایسی باتیں بھی اپنی کتابوں میں جمع کرلیں، جو اسلام اور پیغمبر اسلام کی شان کے قطعی خلاف تھیں، مگر ان کے سامنے ''حدیث،، کے نام سے آئی تھیں، اس لئے فراخ دلی سے انھیں بھی درج کرلیا، حالانکہ ان کے کذب وبطلان سے کما حقہ، واقف تھے۔ یہ ''حدیثیں،، دشمنان اسلام نے گھڑی تھیں، مگر آج بھی اسلامی کتابوں میں موجود ہیں، اور بدنیت مشرک ان سے ناجائز فائدہ اٹھانے میں برابر سرگرم ہیں! (جاری ہے)

ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون
فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا……

☆☆☆

یا ایھا الذین آمنوا
اِن کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون من اموال
الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ ………

جو اس خدا کے سامنے سر رکھ دے وہی بادشاہ ہے۔ خاکی دنیا کے علاوہ وہ سینکڑوں سلطنتیں عطا کردیتا ہے